سوال

(541) کتاب الذکواۃ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

یہاں بہت مدت سے یہ دستور ہے۔ کہ ماہ رمضان لمبارک کی ستائیسویں شب کوچندہ کر کے کچھ روشنی زیادہ کی جاتی ہے۔ اور جس قدر مستورات اور مرد جمع ہوتے ہیں۔ سب کو بعد نماز تراویح چائے پلائی جاتی ہے۔ اس کے بعد وعظ ہوتا ہے۔ وعظ کے بعد شیرینی اور کھجور اوراجوائن سب کو تقسیم ہوتی ہے۔ تو کیا یہ فعل سنت ہے یا بدعت؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

باب چہارم کتاب الذکواۃ

افتتاحیہ

از قلم مقبول رب العالمین حضرت محمد سلیمان صاحب پٹیالوی مصنف رحمۃ اللعالمین

علم الاقتصاد یا تمدن یا پولٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں بہ لحاظ دولت کیونکہ ایک تناسب قائم کیا جائے۔

حکیم سولون کے عہدے سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقیدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا۔ یورپ میں نہلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ جملہ املاک واتیاذات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف ویکساں حق مالیکت ہو نیشنلسٹ جن کا مقصدیہ ہے کہ اراضی سکنی وزرعی کا ملیکت وپیدا ار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔ سوشلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے۔ اور جمہور کو ملک میں کر دیا جائے۔ فرقے اسی لیے پیدا ہوگئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملا محال ہے۔ کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے۔

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۚ ٧١ سورة النحل

''رزق میں اللہ نے ایک دوسرے پر برتری دی ہے۔ اور جن کو یہ برتری ملی ہے۔ وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں۔ (اس لئے) واپس نہ کریں گے۔ کہ سب آپس

میں برابر ہوجاویں۔'' اسلام نے جو دنیا کو برترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے۔ اس مسئلہ پر توجہ کی ہے۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے طے کردیا۔ اور اسی کا نام فرضیت ذکواۃ ہے۔

2۔ ذکواۃ 2 ہجری میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی ﷺ کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی سے مسکینوں کا ہمدرد غریبوں پر رحم کرنے والا۔ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غرباء کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اور انکی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا۔ اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء ومساکین کے لئے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم ایسا کوئی قاعدہ مقرر نہ تھا۔ جس پر بطور ''آیئن وضابطہ '' کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لئے دولت مند جو کچھ بھی کرتے تھے۔ اپنی فیاضی اور نیک دلی سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکواۃ کو فرض اور اسلام کا ایک رکن کلمہ شہادت اور نماز کے بعد قرار دیا۔ زکواۃ درحقیقت اس صفت ہمدردی اور رحم کے استعمال کا نام ہے۔ جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً وفطرتاً موجود ہے۔ زکواۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ کہ مال کی محبت اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کرسکتی۔ اور بخل امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے۔ اور یہ فائدہ بھی کہ غریب اور مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے۔ اور اس لئے بے حد دولت کا جمع ہونا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس ومحبت اور اس کی دولت وثروت کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی پیدا ہوجاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود قائم سمجھتے ہیں۔ گویا دولت مند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کرلیتی ہے۔ جس میں ادنیٰ اور اعلیٰ حصے کے حصے دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کا یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہوجاتی ہے۔ اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام ذکواۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والے مالوں میں مقرر کیا ہے۔ جن میں سے ادا کرنا کبھی ناگوار نہیں گزرتا۔ اموال نامہ میں تجارت زراعت اور مویشی (بھیڑ۔ بکری۔ اور اونٹ۔ گائے) نقدیت۔ معاون اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔ اب یہ دکھلانا ضروی ہے۔ جو نقد جنس ذکواۃ سے حاصل ہو۔ اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ٦٠ سورة التوبة

''زکواۃ اور صدقات کا مال 1۔ فقیروں۔ 2۔ مسکینوں کے لئے ہے۔ فقیروں او مسکینوں کا فرق کتب فقہ میں دیکھو 3۔ تحصیل داران زکواۃ کے لئے جن کی تنخواہیں ادا ہوں گی۔ 4۔ اور ان کے لئے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نو مسلم لوگ 5۔ اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے 6۔ اور ایسے قرضہ داروں کا قرضہ چکانے کے لئے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں۔ 7۔ اور اللہ کے رستے میں (یعنی دیگر نیک کاموں کے لئے) اس کی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھئے۔ 8۔ اور مسافروں کے لئے ہے۔''

جن آٹھ مدات پر زکواۃ تقسیم کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ زکواۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی وشخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کردیا گیا ہے۔ (رحمۃ اللعالمین)

شرفیہ

نہلمسٹ کا مقصد یہ ہے کہ جملہ املاک وامتیازات پر افراد کا مساوی حق تصرف ویکساں حق ملکیت ہو۔ سوشیالسٹ کا مقصد یہ ہے۔ کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھادیا جائے۔ اور جمہور کی ملیکت میں کردیا جائے۔ نیشنلسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی وزرعی کی ملکیت وپیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی۔ خالقیت۔ رازقیت۔ الوہیت۔ وحدانیت۔ وارسال رسلؑ وغیرہ صفات کے قائل نہیں۔ جو انکو قرآن مجید یا احادیث نبویہ سے قائل کیا جائے۔ لہذا ان پر برہان عقلی پیش کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہ ان سب اقوال کا خلاصہ ہے کہ کسی شخص کا کسی امر ملکیت اراضی واسباب معیشت وغیرہ کل شے میں شخصی حق تصرف نہیں۔ صرف جمہور یا حکومت کا حق ہے۔ جس کو جتنا چاہے دے باقی سب پر در تصرف بند ہے۔ سو یہ قول بالکل خلاف عقل ہے۔ کہ اولا تو یہ مساوات اس امر پر موقوف ہے۔ کے تمام افراد قوم عقل ہمت خلق قوت کسب انتظام نفسانی خواہش وغیرہ امور نظام صالح میں یکساں ہوں اور تجربہ شاہد عدل ہے کہ یہ مساوات قطعا ثابت نہیں ان میں بے حد اختلاف ہے۔ اگر اختلاف نہ ہو تو پھر حکومت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ حکومت ہی بیکار ہے۔ اور یہ امر بھی بدہی ہے لہذا مساوات ناممکن ہے۔ دوم جب امزجہ میں اختلاف شدید ہے۔ تو فسادفی

الارض لازم ہے۔ پھر اگر جمہوریا حکومت نے جبراً ان کے حق مساوات کو سلب کیا ثابت ہوا کہ ان کا یہ قانون باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر تمام افراد قوم امور بالا مذکورہ میں یکساں ہوتے۔ تو واقعی ملیکت املاک وحق تصرف تمام اشیاء میں مساوات کے مستحق ہوتے۔ وازلیس فلیس۔ سوم اگر تمام افراد قوم کی رضا مندی سے صحیح طور سے جمہور کا انتخاب یعنی ارباب حکومت کا ہوتب تو واقعی حکومت کا ان پر حکم بجا ہے۔ مگر جب ثابت ہوچکا کے سب کے مزاجوں میں امور مذکورہ بالا میں اختلاف شدید ہے۔ تو رضا مندی سے سب کا اتفاق ناممکن ہے۔ اور جبر سے ان کا قانون مذکورہ ٹوٹ جاتا ہے۔

بات وہ منہ سے کہی ہے کہ بنائے نہ بنے بوجھ وہ سر پر لیا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے

چہارم املاک واسباب معیشت میں ہر شخص کا سامان ضروری لباس مرکب مکان رہائش حتیٰ کے ملک منافعہ بصیغہ یعنی تصرف زوجہ پر بھی ایک قسم کی ملکیت ہے پھر کیا ہر شخص کو افراد قوم سے اختیار ہے کہ جب چاہے اشیاء مذکورہ میں سے جس شخص کا ان پر قبضہ ہے۔ وہ بھی اس پر قابض ہوجائے۔ اوراپنے تصرف میں لائے۔ حتیٰ کہ اس کی زوجہ کو بھی اس لئے کہ ہر شخص کا ہر شے میں حق تصرف مساوی ہے۔ ترجیح کی کوئی وجہ نہیں پھر اگر حکومت روکے تو ان کے حق تصرف کو سلب کرنا ظلم ہے۔ اور قانون بھی ٹوٹتا ہے اور اگر نہ روکے تو فساد فی الارض لازم آتا ہے۔ اسی فساد فی الارض کی اصلاح اور نظام صالح کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا میں انبیاء علیم السلام کو مبعوث کرتا رہتا ہے۔ اگر انسانی عقل ہی نظام صالح کے لئے کافی ہوتی تو پھر ارسال انبیاءؑ کی ضرورت نہ ہوتی وازلیس فلیس۔

پنجم۔ اگر کوئی شخص اشیاء مذکورہ بالامیں سے جوارباب حکومت کے تصرف میں ہیں۔ ان میں بلااجازت ان پر قبضہ کرے۔ تو کیا ارباب حکومت اس کو روا رکھیں گے۔ اور گوارا کریں گے ہر گز نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں اس لئے ہر شخص افراد قوم میں سے ہر شے پر خواہ کسی کی ہو۔ ارباب حکومت ہوں یا کوئی اور یکساں ہر شے میں حق تصرف مساوی ہے۔ کسی کی تخصیص نہیں ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے جو باطل ہے۔ ششیم جب ثابت ہوچکا کہ تمام افراد کے مزاجوں اوراور خواہشوں میں اختلاف شدید ہے۔ اور رضا مندی سے قوانین مذکورہ پر صحیح انتخاب ناممکن ہے۔ تو پھر جمہور کی حکومت ہی خلاف عقل وصریح ظلم ہے۔ کہ بلاوجہ وجہیہ سب پر حکومت کریں۔ جب کہ ان کو کسی پر فوقیت کی کوئی وجہ نہیں۔ تو یہ مساوات نہ ہوئی۔ صریح ظلم اور بے انصافی اور مساوات کا ابطال ہوا۔

ہفتم اگر بالفرض ان قوانین مذکورہ پر عمل کیا جائے تو پھر ہر شخص کی محرمات ابدیہ کے علاوہ اس کی زوجہ پر بھی ہر شخص کا حق تصرف ثابت ہوگا۔ تو پھر حلال وحرام حرام زاہد اور حلال زہادہ میں کیا فرق ہوگا، کچھ بھی نہ ہوگا کسی کی نسل صحیح نہ ہوگی۔ حرام زادگی کے علاوہ دیوثی کا بازار بھی گرم ہوگا۔ اخلاق حسنہ کا نام ونشان نہ ہوگا۔ بدمعاشی سے فساد فی الارض کا دور دورہ ہوگا۔ پھر ایسے ہی بدمعاشوں پر قیامت قائم ہوگی۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ جب اللہ کی ہستی اور خالقیت وغیرہ شرائع کے قائل نہیں تو بتایئے۔ آپ کی ماں بیوی بہن بیٹی میں کیا فرق ہے۔ کے بعض سے رفع حاجت یا خواہش نفسانی جائز اور بعض سے ناجائز اس پر کونسا برہاں عقلی ہے۔ ینبوا ان کنتم صادقین۔

ہشتم۔ جب یہ لوگ وہیں اللہ تعالیٰ کی الوہیت۔ خالقیت۔ رازقیت۔ قیامت وغیرہ کے قائل ہی نہیں۔ تو پھر ان میں خدا ترسی یا رغبت ثواب یا خوف عذاب نہ ہوگا۔ اور خواہش نفسانیہ اور شہوت کا زور ہوگا۔ تو وہ بلاخوف بدکاری بدمعاشی کریں گے۔ چنانچہ ارباب حکومت ہی سب سے زائد حصہ اس میں لیں گے۔ تو پھر مساوات کہاں رہے گی۔ اور ابھی تجربہ کرکے دیکھ لیجئے۔ جہاں اس کا چرچا ہے وہاں رعایا کو حکومت نے قید کررکھا ہے۔ املاک جبراً سلب کرلیے ہیں۔ زرا کسی نے انکار کیا مار مار کے بھس بھر دیا۔ سخت سے سخت سزا قید وغیرہ دی۔ ان کی ساری آزادی سلب کرر کھی ہے۔ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور وہ بے چارے بے بس ہیں۔

نہم۔ اول تو یہ لوگ حلال وحرام جائز وناجائز کو جانتے ہی نہیں نہ یہ جانتے ہیں کہ انصاف وعدل کیا ہے۔ اور بے انصافی اور ظلم کیا ہے۔ اس لئے کہ ان امور کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جان سکتا۔ کہ آپس میں ایک دوسرے کے کیا کیا حقوق ہیں۔ کیا کیا مراتب ہیں عدل کیا ہے۔ ظلم کیا ہے۔ عدل اور ظلم کا علم مراقبہ حقوق پر موقوف ہے۔ اور یہ اللہ ہی جانتا ہے جو خالق کل ہے۔ ایسے ہی مساوات کا علم بھی اسی کو ہے۔ اس لئے کہ یہ حقوق ومراتب ان کے علم پر موقوف ہیں۔ اور یہ اسی وحدہ لاشریک لہ کو ہے۔ اسی لئے اس نے انبیاءؑ کو بھیج کر ان پر کتب نازل کرکے سب امور کہ تفصیل بتادی۔ جو قرآن مجید میں ہے اور احادیث نبویہ میں پس مساوات عقلی بھی اور شرعی بھی یہ کہ ہر زی حق کو جس جس کو اللہ نے جو جو حقوق عطا کیے ہیں۔ وہ ان کو دیئے جایئں یہ ہے انصاف اور مساوات۔

دھم ۔ یہ لوگ جن قوانین پر چلانا چاہتے ہیں ۔ کیا یہ تاریخ سے ثابت کرسکتے ہیں ۔ جہاں کہیں بھی شبہ ہوگا وہیں صریح جبر واستبدادوظلم ثابت ہوگا ۔ اور پس یہ قوانین کی ہیں ۔ وسواس الشیاطین ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علاج بتایا ہے ۔ پڑھو۔

وَقُل رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِن هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ٩٧ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ٩٨

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ١ مَلِكِ النَّاسِ ٢ إِلَٰهِ النَّاسِ ٣ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ٤ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ٦

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ١٩٦ سورة البقرة

وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ٢١٣ سورة البقرة

روٹی کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے اسلام نے بڑے اہم پروگرام بنائے ہیں جب سوسائٹی غیر منظم ہو ۔ تو خیرات پر زور دیا ہے ۔ اور ساتھ ہی زکواۃ کے زریعے دولت کی بہتر تقسیم کی صورت پیدا کی ہے ۔ یہاں تک زور دیا ہے کہ قرب وجوار کے ننگوں اور بھوکوں کو کھانا کپڑا دینے کو اللہ نے خود اللہ کو کپڑا دینے کے مترادف قرار دیا ہے ۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ پوچھے گا'' میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں دیا تھا ۔ اس پر لوگ کہیں گے اے اللہ تو بھوک سے بے نیاز ہے ۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تو بھوکا ہو ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے بھوکے تھے تو گویا میں ہی بھوکا تھا ۔ ان کو تم نے کھانا نہیں دیا گویا مجھے نہیں دیا ۔

اس روٹی کے مسئلے پر زور دینے کے لئے الخلق عیال اللہ (خلق اللہ کا خاندان ہے) کا فلسفہ پش کیا گیا ۔ یہاں ایک اور اصولی بات کی طرف اشارہ ضروی ہے ۔ قرآن کی ایک آیت ہے

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ٦ سورة هود

(زمین پر چلنے والا زی حیات ایسا نہیں جس کے رزق کی زمہ داری اللہ پر نہ ہو ۔) اس کا مطلب عام طور پر یہ لیا جاتا ہے ۔ کہ رزق کی فکر فضول ہے ۔ کیونکہ اس کی زمہ داری اللہ نے لے لی ہے ۔ اس آیت کا رائج الوقت مطلب تو ظاہرا غلط ہے ۔ کیونکہ 1943ء کے قحط میں 45 لاکھ آدمی بھوک سے مرگئے ۔ ان میں مسلم مشرک نیک وبد عورت اوبچے سب ہی تھے ۔ اوریوں بھی دنیا کے ہر گوشے میں آج کل کھانا نہ ملنے سے لوگ مراہی کرتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ جو آیت کا مطلب لیا گیا وہ غلط تھا ۔ اصل یہ ہے کہ اللہ پر رزق کی زمہ داری ضرور ہے ۔ مگر یہ زمہ داری خلافت الہیہ کے زریعے پوری ہوتی ہے ۔ اللہ نے انسان کو زمین رخلیفۃ اللہ بنایا ہے

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ٣٠ سورة البقرة (ہم نے زمین پر اپنا نائب بنایا)

پس زمین پر انسان کو خلافت الٰہیہ قائم کرنی چاہیے ۔ اس خلافت الٰہیہ پر رزق کی زمہ داری آجاتی ہے ۔ یاد رہے کہ یہ زمہ داری انسان پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے ۔ انسان کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ قوانین الٰہی کے مطابق اپنا نظام درست کرلے ۔ اگروہ ایسا کرے گا تو بنی نوع انسان میں روٹی کا سوال حل ہوجائے گا ۔ اور ہر انسان کے رزق کی زمہ راری قانون کے مطابق پوری ہوتی رہے گی ۔ لیکن اگر انسان نے بغاوت کی اور اللہ کے قوانین کے خلاف نظام طاغوتی بنانا شروع کردیا ۔ تو یہ زمہ داری پوری کرنے والی مشنری ٹوٹ جاتی ہے ۔ اور بھوک کی مصیبت عذاب بن کر نازل ہونے لگتی ہے ۔ سوسائٹی کو سزا ملتی ہے ۔ جن قوانین الٰہیہ پر چلنا رزق عام حصول کے لئے خلافت الٰہیہ کے اصول پر ضروری تھا ان کے توڑنے سے قحط واقع ہوتا ہے ۔ اور لوگ مرتے ہیں ۔ قحط عموما بلکہ ہمیشہ انسان کا بنایا ہوا ہوتا ہے ۔ جو قحط برسات کی کمی کے باعث پڑتا ہے ۔ اسکی زمہ داری بھی حضرت انسان پر ہوتی ہے ۔ کیونکہ وہ آبپاشی کے دوسرے زرائع یا نقل وحمل کے وسائل نہیں استعمال کرتا تصوریہ ہے کہ انسان اپنی قسمت کا خود مالک ہے ۔ اللہ نے خلافت الٰہیہ کے قوانین بنادیئے ہیں ۔ ان پر عمل کرنے کے بعد کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا ۔ جب معاشرہ غیر منظم ہو یعنی روٹی کا مسئلہ الجھا ہوا ہو ۔ تو فوری امداد ۔ کےلئے قرآن نے بھی اور حدیث نے بھی بھوکوں کو کھانا کھلانے کی اہمیت نماز سے زیادہ رکھی ہے ۔ قرآن کی مشہور آیت

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ

وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ١٧٧ سورة البقرة

''ترجمہ۔ ایمان یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔ بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ آدمی اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخر ملائکہ اور کتب اور نبیوں پر اور اپنا مال اللہ کی محبت میں زوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین مسافروں سائلوں اور غلام کو آذاد کرنے کے لئے دے۔ اور نماز قائم کرے۔ اور زکواۃ دے۔'' الخ۔ اس آیت میں نماز سے پہلے بھی عزیز واقارب اور مساکین وغیرہ کو دینے حکم دیا گیا ہے۔ اور نماز روزہ زکواۃ سے بھی پہلے ان چیزوں کو ایمان بتایا گیا ہے۔

حدیث میں لفظ ''سھو'' کی تشریح ایمان ہی سے کی گئی ہے۔ اس ایت میں ایمان کی تشریح میں نماز کو غربا مساکین کی امداد سے بعد کا درجہ دیا گیا ہے۔ اور زکواۃ کو بھی بعد میں رکھا گیا ہے۔ اس آیت کی بنیاد پر ابوزر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہنگامہ بپا کیا تھا۔ بعض صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کی رائے تھی کہ جس شخص نے اپنے مال کی زکواۃ دے دی اور کچھ دے یا نہ دے اس پر گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن ابوزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کا حوالہ دیکھ کر کہتے تھے کہ نہیں زکواۃ سے پہلے اسے زوی القربیٰ مساکین وغیرہ کے مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔ اگر اس نے اس کے دینے میں کمی کی تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

حضرت ابوزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال صحیح تھا۔ یہ کھلی حقیقت ہے۔ دوسرے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا استدلال احادیث پر مبنی تھا۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ زکواۃ دینے کے بعد سارا مال پاک ہوجاتا ہے۔ اور اسے جمع کیا جائے تو وہ کنز نہیں کہلائے گا۔ اور کے لئے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ استدلال صرف اسی حالت میں صحیح ہوسکتا ہے۔ جب کہ زوی القربیٰ مساکین اور دوسرے گروہ احیتاج کی مصیبت میں نہ بتلا ہوں۔ اگر یہ لوگ محتاج ہیں تو صرف زکواۃ کافی نہیں۔ بلکہ انسان کو اس سے بھی زیادہ دینا پڑے گا۔ اور ایسا بھی ایک وقت آسکتا ہے۔ کہ اسٹیٹ یا جماعت انسان کا سب کچھ چھین لے۔ صرف فوری خرچ کے لئے چھوڑ دے۔ قرآن مجید کی آیت بالکل واضح ہے

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ٢١٩ سورة البقرة

''اے رسول ﷺ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا دیدیں۔ ان سے کہہ دو کہ جتنا فوری ضروریات سے زیادہ ہو وہ سب دے ڈالو گے''

اس آیت میں روٹی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے اور اس اصول کو قائم کرنے کے لئے کہ تمام ملکیت کی مالک دراصل قوم ہے۔ ایک انتہائی علاج تجویز کیا گیا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے یکے بعد دیگرے سوالات کیے تھے۔ کہ یا رسول اللہ ﷺ جس کے پاس فلاں فلاں چیز ہو وہ بھی دے دے۔ آپ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے رہے کہ ہاں وہ بھی دے دے۔ آخر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم سمجھ گئے کہ ہمارا مالکانہ حق صرف ہماری فوری ضروریات پوری کرنے والی چیزوں پر ہے۔ باقی سب اللہ کے لئے ہے۔ اسلام روٹی کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہر انتہائی اقدام کا حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی اسٹیٹ روٹی کے مسئلے کو حل نہیں کرسکتی۔ وہ اسلامی اسیٹیٹ کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ کیوں کہ خلافت الٰہیہ کا پہلا حق دنیا میں رزق کی زمہ داری کو پورا کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے صرف اصول طے پائے تھے اتنا موقع نہیں ملا کہ تفصیلات طے پاجایئں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بعض تفصیلات کی تعین ہوئی۔ لیکن تفصیلات ہر دور میں اصول کے تحت بدلا کرتی ہیں۔ آج کے حالات میں یہ تفصیلات اور ہوں گی۔ یہ کام ارباب حل وعقد کا ہے۔ کہ خلافت الٰہیہ کے مقصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد کریں پروگرام بنایئں۔ اور ان پروگراموں پر عمل کرنے کے لئے عوام وخاص کو تیار کریں۔ روٹی کا مسئلہ اسلامی زندگی میں بنیادی مسئلہ ہے۔ اور جو لوگ اسے اللہ پر چھوڑ کر پہلو تہی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ خلافت الٰہیہ کی مشینری کا کوئی تصور نہیں رکھے۔ (ملخص) (ازقلم مولوی حافظ علی بہادر صاحب بمبئیٰ ایپام اسلام)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد01ص685-693